OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com
DOI: https://doi.org/10.53575/u9.v6.02(22)90-105

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ: فقہاء کرام کے اختلافات کا تحقیقی مطالعہ

Protection of Non-Muslim Places of Worship in the Islamic State: A Research Study of the Differences of the Jurists

HAFIZ MUHAMMAD NAVEED
Ph.D Research Scholar, Department of Islamic Studies, Gujrat University, Gujrat.
Email: hamzaashafiq19@gmail.com

DR. ABU SUFIYAN QAZI FURQAN AHMED
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Gujrat University, Gujrat.

Received on: 11-04-2022 Accepted on: 25-05-2022

Abstract

Just as Islamic law has stated the various rights of the people of Islam and obliges the Islamic government to ensure the protection of their lives, property, honor and dignity, it has also stated the various rights of non-Muslims. The Islamic State is responsible for protecting the rights of non-Muslims who live in the Islamic State. It is the responsibility of the ruler of the time not only to protect the lives, property and honor of the Muslims but also to ensure the protection of the lives, property and honor of the non-Muslim minorities living in his state. Non-Muslim minorities have been granted complete religious freedom, even from interfering in their religious festivals, and from damaging their ancient places of worship. However, Islam has imposed some restrictions on non-Muslims living under the Islamic State, which they must take care of. In view of these restrictions, they can live in the Islamic State with complete religious freedom. In the Islamic State, there are various views of jurists regarding the protection and construction and development of places of worship for non-Muslim minorities. In the article under review, these statements have been mentioned with arguments and through this article the positive face of Islam has been brought before the world that Islam not only gives complete religious freedom to non-Muslim minorities but also their places of worship. Also ensures safety.

Keywords: Islamic law, Islamic State, Non-Muslim, Islamic Government.

موضوعِ تحقیق کا تعارف

قرآن وسنت کے مطالعے سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کی نظر میں دعوتِ حق اور جبر واکراہ کلیتہً دو الگ حقیقتیں ہیں۔ اسلام میں اگر دعوت حق کی بنیاد تشدد اور جبر واکراہ پر ہوتی تو آج پورے جزیرہ عرب، یورپ، ہندوستان اور وہ ممالک جو مسلمانوں کی خلافت و سلطنت کا حصہ رہے ہیں، میں کوئی ایک بھی غیر مسلم نہ ملتا اور نہ ہی مسجد کے علاوہ کوئی کنیسہ، گرجا یا مندر نہ پایا جاتا۔ اقلیتوں کی مذہبی آزادی سے متعلق اسلام کا واضح موقف ہے۔ دار الاسلام میں رہنے والے غیر مسلموں کے ساتھ معاملات سے متعلق اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ چند خاص امور کے علاوہ انہیں مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ چند مستثنیات کے علاوہ ان پر مسلمانوں جیسی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

اس موضوع پر فقہائے اسلام نے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے۔ دارالاسلام میں موجود غیر مسلموں کی پرانی عبادت گاہیں، ان کی مرمت، ان پر اضافہ، نئی عبادت گاہوں کی تعمیر جیسی جہات پر فقہا نے عرق ریزی کرتے ہوئے نہایت تفصیل سے بحث کی ہے اور اس موضوع کا کوئی گوشہ بھی تشنہ لب نہیں چھوڑا۔ اس ساری مختلف الجہات بحث کو فقہائے کرام نے نہایت ہی عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق فقہاء کرام کے اقوال کو واضح کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر زیر نظر مقالہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق فقہاء کا اختلاف

جس دور میں ہمارا فقہی ذخیرہ مرتب ہوا، اس وقت چونکہ اسلامی ریاست میں بہت زیادہ وسعت آچکی تھی اور بہت سارے غیر مسلم معاشرے اور علاقے جنگ یا صلح کے ذریعے اسلامی ریاست میں شامل ہو چکے تھے، لہذا فقہاء کرام نے اسلامی ریاست کی مختلف حیثیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس موضوع پر اسی پیرائے میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ فقہاء کرام نے زیر بحث مسئلہ کے حوالے سے اسلامی سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

ا۔ وہ شہر جنہیں مسلمانوں نے ہی آباد کیا ہو، اسلام سے پہلے وہ علاقے غیر آباد ہوں

مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں میں سے بصرہ اور کوفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آباد کیے گئے، واسط حجاج بن یوسف نے آباد کیا اور بغداد کو ابو جعفر منصور نے آباد کیا۔ ان شہروں میں غیر مسلموں اقلیتوں کی سکونت سے متعلق حکمران کو اختیار ہے کہ اس کی مرضی ہے کہ جزیہ لے کر اُن کو سکونت کی اجازت دے دے تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہے لیکن اِن شہروں میں غیر مسلم اقلیتوں کو اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت ہو گی نہ انہیں شراب، خنزیر اور ناقوس کے اظہار کی اجازت ہو گی۔[1] اس سلسلے میں فقہاء کرام کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

علامہ ابو بکر طرطوشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن تمام گرجا گھروں کو گرانے کا حکم دیا جو اسلام کیا جو آمد اسلام کے بعد بنائے گئے اور نئے گرجے بنانے سے منع فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ گرجا سے باہر نہ تو "علیہ" ظاہر کی جائے اور صلیب، جو ظاہر کرے گا وہ اس کے سر پر توڑ دی جائے گی۔ عروہ بن محمد علیہ الرحمہ صنعاء میں ایسے گرجوں کو گرا دیا تھا۔ یہ مسلمان علماء کا اجماعی و اتفاقی مذہب ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس حوالے سے بہت سختی کی، آپ نے حکم دیا کہ دارالاسلام میں نیا اور پرانا کوئی بھی گرجا اور بیعہ نہ چھوڑا جائے۔ اسی طرح حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ شہروں میں موجود قدیم اور جدید گرجا گھروں کو گرا دیا جائے۔[2] علامہ سبکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ہم کوئی کنیسا باقی رکھتے ہیں تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم کنیسوں کو منہدم نہیں کرتے۔ اس سے اجازت دینا لازم نہیں آتا، نہ ان کا التزام کرنا لازم آتا ہے اور جب وہ گر رہے ہوں تو ان کی مرمت نہیں کرتے اور جب وہ خراب ہو رہے ہوں تو ان کی اصلاح نہیں کرتے، کیونکہ ایسے کسی کام پر کوئی شرعی دلیل وارد نہیں ہوئی، یہ محرمات میں سے ہے اور

محرمات میں اصل ممانعت ہے۔ جب تک کوئی دلیل ان کی ترمیم پر مرمت کی مل جائے، لہذا یہ ممنوع ہے۔[3] امام الماوردی شافعی فرماتے ہیں کہ ایسے شہر جن کی ابتدا مسلمانوں نے کی ہو اور انہیں ایسی ویرانی سے آباد کیا ہو کہ پہلے ان کا کوئی بھی مالک نہ ہو جیسے بصرہ اور کوفہ۔ تو مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ذمی غیر مسلموں کو وہاں آباد کرنے میں اس بات پر مصالحت کریں کہ وہ نئے بیعہ اور کنیسے تعمیر کریں۔ کیونکہ ان کے لئے شرعی ممنوعات پر صلح کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کے ساتھ صلح کے معاہدے میں اس بات کا تصور بھی خارج از امکان ہے۔ اگرچہ وہ عقد صلح پر کاربند رہنے کی یقین دہانی بھی کرائیں۔ (اگر غیر مسلم ذمی صلح میں یہ شرط رکھیں) تو ان سے کہا جائے گا اگر تم اس شرط کے باطل کرنے پر راضی ہو تو ٹھیک ورنہ ہمارا تمہارا معاہدہ ختم۔ اور ہماری امان تمہیں حاصل رہے گی۔ ان کے ساتھ معاہدہ صلح ختم ہونے سے ان کو ہماری جانب سے حاصل شدہ امان ختم نہیں ہوگی کیونکہ ہم نے صرف اس امر کو ختم کیا جس سے شریعت نے منع کیا۔[4]

علامہ ابن عابدین کہتے ہیں کہ اگر کنیسہ ایسے شہر میں واقع ہو جس کے بارے میں ذمی دعوی کریں کہ یہ صلح سے فتح ہوا تھا جبکہ مسلمان یہ کہیں کہ یہ بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور کئی سال گزرنے کی وجہ سے حقیقت حال مجہول ہوگئی ہو تو حاکم وقت فقہائے کرام اور مؤرخین سے رہنمائی لے گا اور اس کے مطابق عمل کرے گا۔ پھر اگر حل نہ ملے اور اختلاف موجود رہے۔ تو پھر اس شہر کے باسیوں سے پوچھا جائے گا کیونکہ وہی اس شہر کے اصلی باشندے ہیں اور اس پر عمل کیا جائے گا۔[5] تاہم کوفہ، بصرہ اور بغداد کے کنائس کے بارے امام السبکی لکھتے ہیں کہ کوفہ، بصرہ اور بغداد کے شہروں والی زمینوں پر یہ کنیسے اور بیعہ حضرت عمر فاروقؓ کے عراق کی سرزمین فتح کرنے سے پہلے موجود تھے۔ اور ان زمینوں پر مشرکین کی کھیتیاں اور بستیاں تھیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں فتح کیا اور ان عبادت گاہوں کو برقرار رکھا اور کچھ کنیسوں کو ایک دوسرے کے ساتھ متصل کر دیا اور اس طرح یہ اپنی صورت پر باقی رہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابو حامد نے کہا کہ یہ مشرکین کے کھیت اور بستیاں تھیں بعد میں مسلمانوں کوفہ، بصرہ اور بغداد کے شہروں کی بنیاد رکھی اور ان میں اسلام کا پیغام غالب آیا اور یہ شہر مسلمانوں کے شہر قرار پائے۔ اس طرح ظن غالب یہی ہے کہ یہ کنائس و بیعہ ان شہروں کو مسلمانوں کے بسانے سے پہلے ہی موجود تھے جیسے قاہرہ میں پہلے سے موجود تھے۔[6] لیکن علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں قاہرہ کے کنائس بعد میں تعمیر کئے گئے۔ مسلم خلیفہ نے انہیں منہدم کر دیا تو ذمیوں نے معاشرے میں مظلومیت کا شور مچایا جس پر علامہ ابن تیمیہ نے ایک مفصل فتوی دیا جس میں انہوں نے لکھا کہ یہ بات متواتر طرق سے ثابت ہے کہ حضرت عمر و فاروقؓ کے ۳۰۰ سال بعد مسلمانوں نے قاہرہ شہر کی بنیاد رکھی جبکہ بغداد، بصرہ، کوفہ اور واسط کے شہر اس سے قبل بنے تھے۔ اور تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن شہروں کو مسلمانوں نے بنایا ہو اس میں اہل ذمہ نئے کنائس تعمیر نہیں کر سکتے۔[7] ممانعت کے قائل فقہاء کرام اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پیش کرتے ہیں کہ حضرت عکرمہ کہتے ہیں:

سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ أَمْصَارِ الْعَرَبِ أَوْ دَارِ الْعَرَبِ هَلْ لِلْعَجَمِ أَنْ يُحْدِثُوا فِيهَا شَيْئًا؟ فَقَالَ: " أَيُّمَا مِصْرٍ مَصَّرَتْهُ الْعَرَبُ فَلَيْسَ لِلْعَجَمِ أَنْ يَبْنُوا فِيهِ [بِيعَةً] ، وَلَا يَضْرِبُوا فِيهِ نَاقُوسًا، وَلَا يَشْرَبُوا فِيهِ خَمْرًا، وَلَا يَتَّخِذُوا فِيهِ خِنْزِيرًا، وَأَيُّمَا مِصْرٍ مَصَّرَتْهُ الْعَجَمُ فَفَتَحَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْعَرَبِ فَنَزَلُوا فِيهِ فَإِنَّ لِلْعَجَمِ مَا فِي عَهْدِهِمْ، وَعَلَى الْعَرَبِ أَنْ يُوفُوا بِعَهْدِهِمْ وَلَا يُكَلِّفُوهُمْ فَوْقَ طَاقَتِهِمْ ۔[8]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرب کے شہروں سے متعلق پوچھا گیا کہ کیا عجمی حضرات ان میں کوئی چیز تعمیر کر سکتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شہر کو عرب آباد کریں وہاں عجمیوں کے لیے "بیعۃ" کی تعمیر کی اجازت نہیں ہے، نہ وہ اس ناقوس بجا سکتے ہیں، نہ اس میں شراب پی سکتے ہیں اور اس میں خنزیر رکھ سکتے ہیں۔ ہر وہ شہر جسے عجمیوں نے آباد کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے عربوں کو فتح عطا فرمائی، وہ وہاں آ جائیں تو عجمیوں سے جو عہد ہوا ہے اُس کے مطابق سلوک ہوگا اور عربوں کے لیے اس عہد کو پورا کرنا لازمی ہوگا اور عرب اُن کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دے سکتے۔"

یہ فقہاء کرام اس معاہدے کو بھی بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جو شروطِ عمرویہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ملک شام کے عیسائیوں کے درمیان طے پایا۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ یہ معاہدہ اس معاملے میں بنیادی دلائل میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ذیل میں اس کے الفاظ نقل کیے جا رہے ہیں۔ حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب شام کے عیسائیوں نے صلح کی تو میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاہدہ لکھا تو انہوں نے اس میں اُن پر یہ شرائط عائد کیں کہ وہ مسلمانوں کے شہر اور ان کے اردو گرد "دیر"، "کنیسہ"، "عبادت گاہ" اور کسی راہب کے لیے کوئی حجرہ نہیں بنائیں گے، اگر پہلے سے بنی کوئی عبادت گاہ خراب ہو جائے تو اس کی تعمیر نہیں کریں گے، تین راتوں کے لیے مسلمانوں میں سے کسی کو اپنی عبادت گاہوں میں ٹھہرنے اور کھانے سے نہیں روکیں گے، جاسوسی نہیں کریں گے، مسلمانوں کے لیے دل میں کینہ نہیں رکھیں گے، اپنی اولاد کو قرآن نہیں سکھائیں گے، اعلانیہ شرک نہیں کریں گے، اگر اُن کے رشتہ داروں میں سے کوئی مسلمان ہونا چاہے تو وہ اُن کو منع نہیں کریں گے، مسلمانوں کی وہ عزت کریں گے، اگر مسلمان اُن کی مجالس میں بیٹھنا چاہیں تو وہ اُن کے لیے کھڑے ہوں گے، مسلمانوں کے ساتھ لباس میں مشابہت نہیں کریں گے، مسلمانوں والی کنیت نہیں رکھیں گے، زِین پر سواری نہیں کریں گے، گلے میں تلوار نہیں لٹکائیں گے، شراب نہیں بیچیں گے، سر کے اگلے حصے کے بال کاٹیں گے، جہاں بھی ہوں گے اپنی مخصوص حالت اور وضع میں ہوں گے، اپنے گلوں میں زنار لٹکائیں گے، مسلمانوں کے راستے میں صلیب اور اپنی کتابیں نہیں نکالیں گے، اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کریں گے، ناقوس ہلکی آواز میں بجائیں گے، مسلمانوں کی موجودگی میں اپنے گرجا گھروں میں اپنی آوازیں اونچی نہیں کریں گے، شعانین میں نہیں نکلے گے، اپنے مردوں کے پاس آواز اونچی نہیں کریں گے، اپنے ساتھ نیران کو ظاہر نہیں کریں گے، جس چیز میں مسلمانوں کا حصہ ہے اُس کو نہیں بیچیں گے۔ اگر انہوں نے ان شرائط کی مخالفت کی تو ہماری ان کے لیے کوئی ذمہ داری نہ ہوگی اور مسلمانوں کے لیے اُن کی وہ ساری چیزیں حلال ہو جائیں گی جو اہل حرب کی حلال ہوتی ہیں۔[9]

۲۔ وہ شہر جو اسلام سے پہلے آباد تھے لیکن مسلمانوں نے انہیں بزور طاقت فتح کر لیا

مسلمانوں نے جتنے بھی علاقے فتح کئے ہیں زیادہ تر وہی ہیں جنہیں مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا ہے۔ ایسے شہر بہت ہی کم ہیں جنہیں صلح کے ذریعے فتح کیا گیا ہو۔[10] جو شہر مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کئے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں: اول یہ کہ فتح کے بعد مسلم حکمران غیر مسلم

ذمیوں کو ہی وہ شہر دے دے۔ دوم یہ کہ فتح کے بعد اس شہر میں مسلمان آباہو جائیں یا وہ ساری آبادی مسلمان ہو جائے۔[11] پھر ان میں سے ہر ایک کی دو مزید صورتیں ہونگیں جیسے امام السبکیؒ کہتے ہیں وہ شہر یا تو ایسے ہوں گے جن میں پہلے سے کنائس اور بیعہ موجود ہوں گے یا پھر پہلے سے موجود نہیں ہوں گے۔[12] اس طرح کل چار طرح کے شہر ہو جاتے ہیں۔ پہلی صورت کے متعلق علامہ ابن عابدین کہتے ہیں:

لَا يُمْنَعُونَ مِنْ إِحْدَاثِ كَنِيسَةٍ لِأَنَّ الْمَنْعَ مُخْتَصٌّ بِأَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ الَّتِي تُقَامُ فِيهَا الْجُمَعُ وَالْحُدُودِ-[13]

"ذمیوں کو نئے کنیسے بنانے سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ ممانعت مسلمانوں کے ان شہروں کے لئے خاص ہے جن میں جمعہ کی نماز اور اللہ کی حدود کا نفاذ ہو رہا ہو۔"

جب نئے کنیسے بنانے کی اجازت ہے تو پرانے کنیسوں کی مرمت کی بھی اجازت ہو گی۔ دوسری صورت سے متعلق امام السبکیؒ کہتے ہیں اگر ان میں کنائس پہلے سے موجود تھے تو مسلمانوں کی جانب سے ان کے منہدم کئے جانے میں دو امکانات ہیں کہ یا تو انہوں نے فتح کے وقت منہدم کیا ہو گا یا پھر فتح کے بعد منہدم کیا ہو گا۔ فتح کے وقت یا فتح بعد کنیسوں اور بیعات کے انہدام میں مزید دو امکانات ہیں: یا تو مسلم امام کی طرف سے انہیں برقرار رکھنے کے فیصلے سے پہلے مسلمانوں نے منہدم کر دیا ہو گا، یا پھر برقرار رکھنے کے فیصلے کے بعد منہدم کیا ہو گا۔ اگر تو مسلمانوں نے انہیں فیصلے سے پہلے منہدم کر دیا تھا تو اس پر فقہائے اسلام کا اجماع ہے کہ غیر مسلم ذمیوں کا ان کینسوں یا بیعات پر کوئی حق نہیں ہے اور انہیں دوبارہ تعمیر یا مرمت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور یہی حکم اس وقت بھی ہو گا اگر ان عبادت گاہوں کو دوسرے غیر مسلموں نے منہدم کر دیا ہو۔[14] کیونکہ ابھی تو ان عبادت گاہوں کو برقرار رکھنے کا فیصلہ ہی نہیں کیا گیا تھا۔ بعد میں جس وقت برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تو وہ فیصلہ صرف ان عبادت گاہوں کے حق میں ہو گا جو اس وقت موجود ہوں گیں۔ جو منہدم ہو چکیں تو وہ بالکل ایسے ہی جیسے موجود ہی نہیں۔ امام السبکی کہتے جہاں تک کنیسوں اور بیعات کو برقرار رکھنے کے فیصلے کے بعد مسلمانوں کی جانب سے انہیں منہدم کرنے کی بات ہے تو اس کے بارے میں امام ابو حامدؒ، امام الرافعیؒ اور احناف، حنابلہ اور بعض مالکیہ کی یہی رائے ہے کہ غیر مسلم ذمیوں کو ان منہدم عبادت گاہوں کی ترمیم سے منع نہیں کیا جائے گا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔[15]

البتہ دوسری صورت کے بارے میں احناف کی رائے یہ ہے کہ قدیمی کنائس اور بیعات کو منہدم نہیں کیا جائے گا بلکہ غیر مسلموں کو دیے جائیں گے اور انہیں حکم دیا جائے گا کہ وہ انہیں اپنی رہائش گاہ کے طور پر استعمال میں لائیں۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں کہ ہم احناف کے نزدیک یہ ہے کہ حاکم وقت ان (غیر مسلموں) کو حکم دے گا کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو اپنا مسکن بنالیں۔ ان میں عبادت سے روکا جائے گا لیکن انہیں منہدم نہیں کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہو گا جب مسلمان فتح کے بعد غیر مسلموں کو ذمی بنالیں۔ ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

لأن الصحابة – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ – فتحوا كثيراً من البلاد عنوة ولم يهدموا كنائسهم. وكتب عمر بن عبد العزيز – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – إلى عماله: لا تهدموا بيعة ولا كنيسة-[16]

"کیونکہ صحابہ کرامؓ نے اکثر ایسے شہر بزور شمشیر فتح کئے جن کے کنائس انہوں نے منہدم نہیں کئے اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے گورنروں کو لکھا تھا کہ بیعات اور کنیسوں کو منہدم نہ کیا جائے۔"

علامہ ابن قیم جوزیہ نے ایسے شہروں سے متعلق بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ شہر جنہیں مشرکین نے بنایا ہو اور انہوں نے ہی آباد کیا ہو لیکن مسلمانوں نے اُن شہروں کو بزورِ شمشیر فتح کر لیا ہو، اُن میں غیر مسلموں کو نئے عبادت گاہیں بنانے کی ہر گز اجازت نہیں ہو گی۔ فتح سے پہلے اُن جو عبادت گاہیں موجود تھیں، انہیں گرایا دیا جائے گا یا باقی رکھا جائے گا، اس سے متعلق امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے اصحاب کے دو اقوال ہیں۔ پہلے قول کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَحَدُهُمَا: يَجِبُ إِزَالَتُهُ وَتَحْرُمُ تَبْقِيَتُهُ؛ لِأَنَّ الْبِلَادَ قَدْ صَارَتْ مِلْكًا لِلْمُسْلِمِينَ، فَلَمْ يَجُزْ أَنْ يُقَرَّ فِيهَا أَمْكِنَةُ شِعَارِ الْكُفْرِ، كَالْبِلَادِ الَّتِي مَصَّرَهَا الْمُسْلِمُونَ، وَلِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ بِبَلَدٍ "[17]. وَكَمَا لَا يَجُوزُ إِبْقَاءُ الْأَمْكِنَةِ الَّتِي هِيَ شِعَارُ الْفُسُوقِ كَالْخَمَّارَاتِ وَالْمَوَاخِيرِ، وَلِأَنَّ أَمْكِنَةَ الْبِيَعِ وَالْكَنَائِسِ قَدْ صَارَتْ مِلْكًا لِلْمُسْلِمِينَ، فَتَمْكِينُ الْكُفَّارِ مِنْ إِقَامَةِ شِعَارِ الْكُفْرِ فِيهَا كَبَيْعِهِمْ وَإِجَارَتِهِمْ إِيَّاهَا لِذَلِكَ، وَلِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمَرَ بِالْجِهَادِ حَتَّى يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لَهُ، وَتَمْكِينُهُمْ مِنْ إِظْهَارِ شِعَارِ الْكُفْرِ فِي تِلْكَ الْمَوَاطِنِ جَعَلَ الدِّينَ لَهُ وَلِغَيْرِهِ، وَهَذَا الْقَوْلُ هُوَ الصَّحِيحُ۔[18]

"پہلا قول یہ ہے کہ ایسی عبادت گاہوں کو گرانا واجب ہے اور اُن کو باقی رکھنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ شہر مسلمانوں کی ملک میں آگئے ہیں، لہذا اُن میں کفر کی نشانیوں کو باقی رکھنا جائز نہیں ہو گا۔ اِن شہروں کا حکم مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں کی طرح ہو گیا ہے اور اس واسطے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک شہر میں دو قبلے درست نہیں ہیں اور جس طرح اُن جگہوں کو باقی رکھنا جائز نہیں ہے جو فسق، شراب اور فخر کی علامات ہوں اور اس لیے کہ گرجاگھروں کی جگہوں کے مسلمان مالک بن چکے ہیں۔ لہذا کفار کو کفر کی علامات قائم کرنے پر قادر کرنا ایسے ہیں ہے جیسے انہیں یہ جگہیں بیچنا اور اجارہ پر دینا ہے اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ سارا دین اسی کے لیے ہو جائے اور ان جگہوں میں کفر کی علامات کے اظہار پر اُن کو قدرت دینے سے کچھ دین اللہ تعالیٰ کے لیے اور کچھ اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے لازم آتا ہے اور یہی صحیح قول ہے۔"

دوسرا قول یہ ہے کہ فتح سے پہلے موجود غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو باقی رکھنا جائز ہے۔ اس پر علامہ ابن قیم جوزیہ نے بہت سارے دلائل ذکر کیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

يَجُوزُ بِنَاؤُهَا لِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: " أَيُّمَا مِصْرٍ مَصَّرَتْهُ الْعَجَمُ فَفَتَحَهُ اللَّهُ عَلَى الْعَرَبِ فَنَزَلُوهُ فَإِنَّ لِلْعَجَمِ مَا فِي عَهْدِهِمْ " وَلِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَحَ خَيْبَرَ عَنْوَةً وَأَقَرَّهُمْ عَلَى مَعَابِدِهِمْ فِيهَا وَلَمْ يَهْدِمْهَا، وَلِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَتَحُوا كَثِيرًا مِنَ الْبِلَادِ عَنْوَةً فَلَمْ يَهْدِمُوا شَيْئًا مِنَ الْكَنَائِسِ الَّتِي بِهَاوَيَشْهَدُ لِصِحَّةِ هَذَا وُجُودُ الْكَنَائِسِ وَالْبِيَعِ فِي الْبِلَادِ الَّتِي فُتِحَتْ عَنْوَةً، وَمَعْلُومٌ قَطْعًا أَنَّهَا مَا أُحْدِثَتْ بَلْ كَانَتْ مَوْجُودَةً قَبْلَ الْفَتْحِ.وَقَدْ كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عُمَّالِهِ: " أَنْ لَا تَهْدِمُوا كَنِيسَةً وَلَا بِيعَةً وَلَا بَيْتَ نَارٍ ".وَلَا يُنَاقِضُ هَذَا مَا حَكَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ أَنَّهُ أَمَرَ بِهَدْمِ الْكَنَائِسِ، فَإِنَّهَا الَّتِي أُحْدِثَتْ فِي بِلَادِ

الْإِسْلَامِ، وَلِأَنَّ الْإِجْمَاعَ قَدْ حَصَلَ عَلَى ذَلِكَ فَإِنَّهَا مَوْجُودَةٌ فِي بِلَادِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ۔[19]

"اُن جگہوں (اہل ذمہ کی عبادت گاہوں) کو باقی رکھنا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جس شہر کو عجمی آباد کریں، اللہ تعالی عربوں کے ہاتھوں اسے فتح عطا کرے، وہ وہاں پر آئیں تو عجمیوں کو وہی حقوق دیے جائیں گے جو اُن سے عہد کیا گیا اور اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ بزورِ شمشیر خیبر فتح فرمایا اور وہاں پر اُن کی عبادت گاہوں کو برقرار رکھا، اُن کو گرایا نہیں اور اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت سارے شہر بزورِ شمشیر فتح کیے لیکن کسی جگہ بھی انہوں نے وہاں موجود گرجاگھروں کو نہیں گرایا اور اس کے صحیح ہونے کی گواہی اُن شہروں میں موجود گرجاگھروں کی موجودگی ہے جن کو بزورِ بازو فتح کیا گیا اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ اُن گرجاگھروں کو نیا تعمیر نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ فتح سے پہلے ہی موجود تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ نے اپنی گورنروں کو لکھا کہ وہ کسی گرجاگھر، عبادت خانے اور آتش کدے کو نہ گرائیں۔ یہ بات امام احمد کے بیان کیے ہوئے قول کے متناقض نہیں ہے کہ انہوں نے گرجاگھروں کو گرانے کا حکم دیا تھا کیونکہ اُن گرجاگھروں کو اسلامی شہروں میں نیا تعمیر کیا گیا تھا، اور اس لیے بھی کہ اس بات پر اجماع منعقد ہے کہ یہ گرجاگھر مسلمانوں کے شہروں میں بغیر نکیر کے موجود ہیں۔"

دونوں اقوال ذکر کرنے کے بعد فیصلہ کن بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حاکمِ وقت جس کام میں مسلمانوں کی بھلائی سمجھے اسے وہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ سمجھے کہ گرجاگھروں کی کثرت یا کچھ گرجاگھروں کی مسلمانوں کو ضرورت یا اہل ذمہ کے کم ہونے کی وجہ سے اُن کی عبادت گاہیں واپس لینے یا اُن کو گرانے میں مصلحت ہے تو اس مصلحت کے اعتبار سے اُنہیں واپس لے لے یا انہیں گرادے۔ اگر حاکمِ وقت سمجھے کہ اہل ذمہ کی کثرت، اہل ذمہ کو اُن کی ضرورت اور مسلمانوں کے اُن سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے باقی رکھنے میں مصلحت ہے تو اُن کے پاس ہی رہنے دے۔ ایسی صورت میں اہلِ ذمہ صرف اُن سے نفع اٹھا سکتے ہیں اُن کے مالک نہیں بن سکتے کیونکہ اُن جگہوں کے مسلمان مالک بن چکے ہیں۔ حاکمِ وقت جب بھی مصلحت دیکھے اُن سے واپس لے سکتا ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں سے متعلق مالکیہ کا موقف یہ ہے کہ کوئی بھی کنیسہ یا بیعہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ علامہ ابن الماجشون مالکیؒ کہتے ہیں کہ جن سے لڑائی کے بعد فتح حاصل کی گئی ہو تو اُن پر جزیہ عائد کرتے ہوئے اُن کے کنیسے منہدم کر دئے جائیں گے۔ پھر انہیں نئے کنیسے بنانے کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔ اگرچہ وہ مسلمانوں کی شہروں سے دور ہی کیوں نہ آباد ہوں۔[20] امام القرافی مالکیؒ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کیونکہ ان پر ہمارا غلبہ ان کے یہ حقوق اور اس امر پر قدرت کو زائل کر دیتا ہے، پس اس سبب ہم انہیں یہ حق و قدرت واپس نہیں لوٹائیں گے۔[21] یعنی جب اہل اسلام کفار پر غالب آگئے تو غیر مسلموں کا نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کا حق اور اس کی قدرت ختم ہوگئی۔ جب دشمن اسلام مغلوب آگیا اب اہل اسلام انہیں یہ حق دوبارہ کیوں دیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، مذاہب اربعہ، امام سفیان ثوری:، امام اوزاعیؒ، امام اللیث بن سعدؒ اور دیگر فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر امامِ وقت اجتہاد کرتے ہوئے یا کسی عالم کی رائے پر عمل کرتے ہوئے بزورِ شمشیر فتح کئے گئے علاقے کے تمام کنیسوں کو منہدم کر دے جیسے مصر اور عراق کے مضافاتی علاقے تو یہ ذمیوں پر اس کا ظلم

شمار نہیں ہو گا اور ذمی غیر مسلموں پر امامِ وقت کی اطاعت کرنا واجب ہو گا ورنہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا عہد ٹوٹ جائے گا اور امام وقت کے لئے ان کی جانیں اور مال حلال ہو جائے گا۔[22] علامہ ابن تیمیہ کے اس فتوے سے لگتا ہے کہ انہوں نے مذکورہ بالا تینوں صورتوں سے قطع نظر مطلق طور پر فتوی دیا ہے۔

۳۔ وہ شہر جو اسلام سے پہلے آباد تھے لیکن مسلمانوں نے صلح کے ذریعے انہیں فتح کر لیا

وہ شہر جن کو مسلمانوں نے صلح کے ذریعے فتح کیا۔ اگر معاہدۂ صلح میں طے پایا کہ خراج کی شرط پر مفتوحہ زمین ذمیوں کے پاس ہو گی تو پھر ان کے لئے نئے معابد بنانے جائز ہوں گے۔ احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

إِذَا صَالَحَهُمْ عَلَى أَنَّ الْأَرْضَ لَهُمْ فَلَهُمْ الْإِحْدَاثُ إلَّا إذَا صَارَ مِصْرًا لِلْمُسْلِمِينَ بَعْدُ فَإِنَّهُمْ يُمْنَعُونَ مِنْ الْإِحْدَاثِ بَعْدَ ذَلِكَ، ثُمَّ لَوْ تَحَوَّلَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ ذَلِكَ الْمِصْرِ إلَّا نَفَرًا يَسِيرًا فَلَهُمْ الْإِحْدَاثُ أَيْضًا، فَلَوْ رَجَعَ الْمُسْلِمُونَ إلَيْهِ لَمْ يَهْدِمُوا مَا أُحْدِثَ قَبْلَ عَوْدِهِمْ ۔[23]

"جب مسلمانوں کا غیر مسلم ذمیوں سے اس شرط پر صلح کا معاہدہ طے پائے کہ وہ علاقہ غیر مسلم ذمیوں کا رہے گا تو ان کے لئے نئی عبادت گاہ بنانا جائز ہو گا۔ اگر اس کے بعد وہ شہر مسلمانوں کا ہو جائے تو پھر غیر مسلم ذمیوں کو نئے معبد بنانے سے روک دیا جائے گا۔ پھر اگر (مسلمانوں کے اس شہر سے چلے جانے کے بعد) اس شہر میں مسلمان کم تعداد میں رہ جائیں تو غیر مسلم ذمیوں کے لئے نیا معبد بنانا جائز ہو گا۔ پھر اگر مسلمان اس شہر کی جانب واپس لوٹ آئے تو وہ ان عبادت خانوں کو جو ان کے لوٹنے سے قبل بنائے گئے تھے منہدم نہیں کریں گے۔"

حنابلہ کا بھی یہی موقف ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنابلہ کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الْقِسْمُ الثَّالِثُ مَا فُتِحَ صُلْحًا، وَهُوَ نَوْعَانِ؛ أَحَدُهُمَا، أَنْ يُصَالِحَهُمْ عَلَى أَنَّ الْأَرْضَ لَهُمْ، وَلَنَا الْخَرَاجُ عَنْهَا، فَلَهُمْ إحْدَاثُ مَا يَحْتَاجُونَ فِيهَا؛ لِأَنَّ الدَّارَ لَهُمْ۔[24]

"تیسری قسم وہ ہے جنہیں مسلمانوں نے صلح کے ذریعے فتح کیا ہو۔ ایسے شہروں کی دو اقسام ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ اُن سے صلح اس شرط پر ہوئی ہو کہ زمین اُن کے قبضے میں ہو گی اور وہ ہمیں خراج دیں گے تو ایسی صورت میں اس زمین میں ضرورت کے مطابق اُن کے لیے اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت ہو گی کیونکہ زمین پر اُن کا قبضہ ہے۔"

اس حوالے سے شوافع میں سے علامہ السبکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قَالَ الرَّافِعِيُّ : وَالثَّانِي مَا فُتِحَ عَلَى أَنْ يَكُونَ الْبَلَدُ لَهُمْ وَهُمْ يُؤَدُّونَ خَرَاجًا فَيَجُوزُ تَقْرِيرُهُمْ عَلَى بِيَعِهِمْ وَكَنَائِسِهِمْ فَإِنَّهَا مِلْكُهُمْ . قُلْت هَذَا صَحِيحٌ ، وَمِثَالُهُ نَجْرَانُ وَقَدْ وَرَدَ النَّصُّ فِيهَا كَمَا تَقَدَّمَ . قَالَ الرَّافِعِيُّ : وَأَمَّا إحْدَاثُ الْكَنَائِسِ فَعَنْ بَعْضِ الْأَصْحَابِ مِنْهُ لِأَنَّ الْبَلَدَ تَحْتَ حُكْمِ الْإِسْلَامِ فَلَا يُحْدِثُ فِيهِ كَنِيسَةً وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا مَنْعَ مِنْهُ لِأَنَّهُمْ مُتَصَرِّفُونَ فِي مِلْكِهِمْ وَالدَّارُ لَهُمْ وَلِذَلِكَ يُمَكَّنُونَ مِنْ إظْهَارِ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ وَالصَّلِيبِ فِيهَا وَإِظْهَارِ مَا لَهُمْ مِنْ الْأَعْيَادِ وَضَرْبِ النَّاقُوسِ وَالْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَلَا شَكَّ أَنَّهُمْ يُمْنَعُونَ مِنْ إيوَاءِ الْجَوَاسِيسِ وَإِنْهَاءِ الْأَخْبَارِ وَمَا يَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُسْلِمُونَ فِي دِيَارِهِمْ . قُلْت لَكِنَّ الْأَصْحَابَ عَدُّوهَا فِي

بَابِ اللَّقِيطِ دَارَ الْإِسْلَامِ لِجَرَيَانِ أَحْكَامِ الْإِسْلَامِ عَلَيْهَا فَالظَّاهِرُ الْمَنْعُ بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَجُزْ إِلَّا مُجَرَّدُ تَأْمِينٍ أَوْ أَدَاءِ جِزْيَةٍ كَمَا فِي نَجْرَانَ وَدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ وَقَدْ تَقَدَّمَ الْبَحْثُ فِي ذَلِكَ فَبَقَاءُ هَذَا النَّوْعِ فِي حُكْمِ دُورِ الْكُفَّارِ مُحْتَمَلٌ . وَأَمَّا إِذَا جَرَتْ أَحْكَامُ الْإِسْلَامِ وَإِنْ انْفَرَدَ فِيهِ الْكُفَّارُ فَلَا وَجْهَ لِإِحْدَاثِ كَنِيسَةٍ فِيهِ أَصْلًا ۔[25]

"امام رافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ دوسری قسم اُن شہروں کی ہے جنہیں اس شرط پر فتح کیا گیا کہ شہر اہل ذمہ کی ملکیت میں ہوں گے اور وہ مسلمانوں کو جزیہ ادا کریں گے لہذا ایسی صورت میں اُن کے گرجا گھروں کو باقی رکھنا جائز ہے کیونکہ وہ اُن کے مالک ہیں۔ میں (علامہ سبکی) کہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے اور اس کی مثال نجران والی ہے اور اس بارے میں نص وارد ہوئی ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔ امام رافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ نئے گرجا گھر بنانے سے متعلق اُن کے کچھ اصحاب سے روایت ہے کہ شہر اسلام کے حکم میں ہے پس اس میں وہ اپنے گرجا گھر نہیں بنا سکتے اور ظاہر بات یہ ہے کہ انہیں اس کام سے نہیں روکا جائے گا کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرنے والے ہیں اور ملک انہی کا ہے اور اسی وجہ سے وہ اس میں شراب، خنزیر اور صلیب کے ظاہر کرنے، اپنی اعیاد کو ظاہر کرنے، ناقوس بجانے اور تورات وانجیل کو جہری آواز میں پڑھنے پر قادر ہیں اور کوئی شک نہیں ہے کہ انہیں وہاں جاسوسی کرنے اور ہر ایسے کام کرنے سے روکا جائے گا جس سے مسلمانوں کو نقصان ہوتا ہو ۔ میں کہتا ہوں کہ کچھ اصحاب نے "باب اللقیط" میں اسے دار الاسلام شمار کیا ہے کیونکہ اس پر اسلام کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس سے منع کیا جائے گا بخلاف اس کے کہ جب صرف اُن کو امن دیا جائے یا وہ صرف جزیہ ادا کریں جیسا کہ نجران اور دومۃ الجندل میں ہوا۔ اس حوالے سے پہلے بحث گزر چکی ہے۔ پس کفار کے شہروں کے حکم میں اس قسم کی بقاء میں احتمال ہے۔ جب کسی شہر پر اسلام کے احکام جاری ہو جائیں اگرچہ اس میں صرف کفار رہ رہے ہوں تو اس میں اُن کو نئے گرجا گھر بنانے کی ہرگز اجازت نہیں ہوگی۔"

اگر معاہدہ صلح اس شرط پر ہوا کہ زمین مسلمانوں کی ہو گی تو پھر ان کی معبد کو ایسے شہروں میں ان کی پرانی عبادت گاہیں تو موجود رہیں گی۔ اقلیتوں کے لئے اپنی قدیم عبادت گاہوں کے اندر رہ کر اپنے تمام مذہبی اُمور بجالانا جائز ہوگا۔ لیکن نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کا معاملہ غیر مسلموں سے طے شدہ شرائط پر ہوگا۔ اگر اس شرط پر صلح ہوئی کہ غیر مسلم نئی عبادت گاہیں تعمیر کریں گے تو انہیں اس بات کی اجازت ہوگی۔ احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وإن صالحهم على أن الدار لنا ويؤدون الجزية، فالحكم بالكنائس على ما وقع عليه الصلح على شرط تمكين الإحداث لأئمتهم، والأولى أن يصالحهم على شرط ما وقع صلح عمر – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – من عدم إحداث البيعة والكنيسة، ويمنعون من ضرب الناقوس وشرب الخمر واتخاذ جزية الخنزير۔[26]

"اور اگر اُن سے صلح اس شرط پر ہوئی کہ ملک ہمارا ہوگا اور وہ جزیہ ادا کریں گے تو گرجا گھروں کا حکم اس شرط پر ہوگا جس پر صلح ہوئی ہے (اگر نئے گرجا گھر بنانے کی شرط رکھی گئی ہے تو نئے تعمیر کرنے کی اجازت ہوگی) اور بہتر یہ ہے کہ اُن سے ان شرائط پر صلح کی جائے جن پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صلح کی تھی کہ وہ نئے گرجا گھر نہیں بنائیں گے، ناقوس نہیں بجائیں گے، شراب نہیں پیئیں گے اور شہر میں خنزیر

داخل نہیں کریں گے۔"

علامہ ماوردی علیہ الرحمہ شوافع کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تیسری قسم اُن شہروں کی ہے جنہیں مسلمانوں نے صلح کے ذریعے فتح کر لیا ہو۔اِن کی دو اقسام ہیں: پہلی قسم اُن شہروں کی ہے کہ جن کے بارے میں ہماری اُن سے صلح ہو کہ شہر کے مالک ہم ہیں آپ لوگ نہیں ہیں اور اس ملک میں غیر مسلم ہمارے جزیہ ادا کر کے رہیں گے۔ایسی صورت میں اُن کے گرجا گھروں کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ اگر انہوں نے صلح میں اُن کا استثناء کیا ہو تو اُن گرجا گھروں کو باقی رکھا جائے گا کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ صلح ساری زمین کے بارے میں عام ہو اور بعض میں خاص ہو۔لہذا صلح کی وجہ سے اُن کو باقی رکھا جائے گا لیکن اُن کو نئے گرجا گھر بنانے سے روکا جائے گا۔اگر انہوں نے صلح میں اُن کا استثناء نہ کیا ہو تو وہ شہر اُن شہروں کی طرح ہو گا جنہیں بزورِ بازو فتح کیا گیا ہو۔ایسی صورت میں کیا مسلمان اُن کے گرجا گھروں کے مالک ہو جائیں گے جب انہیں فتح کر لیں؟ پہلے اس کی دو صورتیں گزر چکی ہیں اور اقسامِ خمسہ میں اہل ذمہ کو منع کرنے سے متعلق اس شہر کا حکم اسی طرح ہو گا جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔دوسری قسم اُن شہروں کی ہے جن کے بارے میں ہماری اُن سے صلح اس بات پر ہوئی ہو کہ ملک کے مالک وہ ہوں گے لیکن وہ ہمیں اپنی جانوں یا اپنی زمین یا دونوں کا جزیہ ادا کریں گے ،ایسی صورت میں اُن کے گرجا گھروں کو باقی رکھنا جائز ہے اور ایسے شہروں میں اُن کو نئے گرجا گھر بنانے کی بھی اجازت ہو گی۔کیونکہ ایسے شہروں کے مسلمانوں مالک نہیں ہیں۔[27]

اگر صلح مطلق ہوئی ہو گی یعنی اس میں معابد کی تعمیر کی شرط نہیں رکھی گئی ہو اگر مطلق صلح ہوئی ہو کہ اس معاہدے میں کفار کی جانب سے نئے معابد بنانے یا قدیمی کو برقرار رکھنے کی شرط شامل نہیں تھی تو اس حوالے سے احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ولو وقع الصلح مطلقاً لا يجوز الإحداث ولا يتعرض للقديمة، ويمنعون من ضرب الناقوس وشرب الخمر واتخاذ الخنزير بالإجماع. وفي المحيط: لو ضربوا الناقوس في جوف كنائسهم لا يمنعون۔[28]

"اگر مطلق صلح ہوئی تو (ذمیوں) کے لئے نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہو گی اور نہ ہی ان کی پرانی عبادت گاہوں کو گرایا جائے ۔ذمیوں کو ناقوس بجانے، شراب پینے، اور سور رکھنے سے منع کیا جائے گا اور اس پر تمام فقہا کا اجماع ہے اور محیط میں ہے کہ اگر وہ اپنے کنیسوں میں ناقوس بجائیں تو منع نہیں کیا جائے گا۔"

اس حوالے سے حنابلہ کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

وَإِنْ وَقَعَ الصُّلْحُ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ، حُمِلَ عَلَى مَا وَقَعَ عَلَيْهِ صُلْحُ عُمَرَ، وَأُخِذُوا بِشُرُوطِهِ.[29]

"اور اگر صلح بغیر کسی شرط کے مطلق ہوئی تو اس کو اُن شرائط پر محمول کیا جائے گا جن پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صلح کی تھی اور اُن کے ساتھ انہی شرائط کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔"

شوافع کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ رافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وَإِنْ أَطْلَقُوا فَوَجْهَانِ : (أَحَدُهُمَا) أَنَّهُ يُنْقَضُ مَا فِيهَا مِنْ الْكَنَائِسِ لِأَنَّ إطْلَاقَ اللَّفْظِ يَقْتَضِي ضَرُورَةَ جَمِيعٍ لَنَا . (وَالثَّانِي) أَنَّهَا تَكُونُ مُسْتَثْنَاةً بِقَرِينَةِ الْحَالِ فَإِنَّمَا شَرَطْنَا تَقْرِيرَهُمْ وَقَدْ لَا يَتَمَكَّنُونَ مِنْ الْإِقَامَةِ إلَّا بِأَنْ يَبْقَى لَهُمْ مُجْتَمَعٌ لِعِبَادَتِهِمْ وَالْأَوَّلُ أَشْبَهُ . قُلْت نَعَمْ هُوَ الْأَشْبَهُ وَالْأَصَحُّ . وَالثَّانِي ضَعِيفٌ جِدًّا وَاَللَّهُ أَعْلَمُ . وَإِذَا شَكَكْنَا فِي الِاشْتِرَاطِ فَالْأَصْلُ عَدَمُهُ ۔[30]

"اور اگر وہ صلح کو مطلق رکھیں تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہاں جتنے گرجا گھر ہیں اُن کو گرا دیا جائے گا کیونکہ لفظ کا اطلاق ہماری ساری ضرورت کا تقاضا کرتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اُن گرجا گھروں کو مقرینہ حال کی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا کہ ہم نے اپن کو باقی رکھنے کی شرط لگائی ہے اور وہ عبادت کی ادائیگی پر تب ہی قادر ہو سکیں گے جب اُن کی عبادت کے لیے جمع ہونے کی کوئی جگہ باقی رکھی جائے گی۔ پہلی صورت زیادہ بہتر ہے۔ میں (علامہ سبکی علیہ الرحمہ) کہتا ہوں کہ ہاں پہلی صورت زیادہ بہتر اور صحیح ہے اور دوسری صورت بہت زیادہ ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ جب ہمیں شرط کے بارے میں شک ہو گا تو اس میں اصل معدوم ہونا ہے۔"

مالکیہ کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ ابن الماجشون علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

ولا تحدث كنيسة فى بلد الإسلام. وإما ان كانوا أهلذمة منقطعين عن بلد الإسلام ليس بينهم مسلمون، فذلك لهم، ولهم ادخال الخمر وكسب الخنازير. وإما بين المسلمين فيمنعون من رم كنائسهم القديمة إذا رثت، إلا ان يكون ذلك شرطاً فى عهدهم فيوفى لهم، ويمنعون من الزيادة الظاهرة والباطنة.وان صولحوا على ان يحدثوا الكنائس ان شاءوا، قال ابن الماجشون: فلا يجوز هذا الشرط ويمنعون منه لأنه ما قال النبى صلى الله عليه وسلم إلا فى بلدهم التى لا يسكنها المسلمون معهم فلهم ذلك وان لم يشترطوه.قال ابن الماجشون: وهذا فى أهل الصلح۔[31]

"مسلمانوں کے شہر میں کوئی نیا کنیسہ تعمیر نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر ذمی غیر مسلم مسلمانوں کے شہر سے الگ رہتے ہوں اور وہاں مسلمانوں کی آبادی نہ ہو تو پھر ان کے لئے یہ جائز ہے۔ اور ان کے لئے شراب اور خنزیر کی بھی اجازت ہو گی۔ اور اگر وہ مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوں تو انہیں پرانے کنیسوں کی ٹوٹ پھوٹ کے بعد ترمیم سے بھی منع کیا جائے گا۔ لیکن اگر ان کے ساتھ معاہدے میں یہ بات طے پا جائے تو پھر وعدے کی پاسداری کرنا ہو گی۔ اور انہیں گرجوں میں اندرونی و بیرونی ہر طرح کے اضافے سے بھی روکا جائے گا۔ اور اگر اس شرط پر صلح ہو کہ وہ چاہیں تو نئے کنیسے بنائیں تو اس پر ابن الماجشون نے کہا: یہ شرط رکھنا ہی جائز نہیں ہے اور انہیں اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ اس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا۔ ہاں اگر وہ ایسے شہر میں (نئے کنیسے بنانے) کی شرط لگائیں جن میں مسلمانوں کی آبادی نہ ہو تو پھر ان کے لئے ایسا کرنا جائز ہو گا اگرچہ وہ شرط نہ بھی لگائیں۔ ابن الماجشون نے کہا یہ سب اس صورت کے احکام ہیں جب مسلمانوں نے شہر صلح کے معاہدے کے ذریعے فتح کیا ہو۔"

اہل ذمہ کی جن عبادت گاہوں کو باقی رکھا، اگر اُن میں سے کسی عبادت گاہ کی عمارت گر جاتی ہے تو اسے مرمت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سے متعلق علامہ ماوردی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فَأَمَّا مَا اسْتُهْدِمَ مِنْ بِيَعِهِمْ وَكَنَائِسِهِمِ الَّتِي يَجُوزُ إِقْرَارُهُمْ عَلَيْهَا مَعَ عِمَارَتِهَا، فَفِي جَوَازِ إِعَادَتِهِمْ لِبِنَائِهَا وَجْهَانِ:أَحَدُهُمَا: وَهُوَ قَوْلُ

أَبِي سَعِيدٍ الْإِصْطَخْرِيِّ: يُمْنَعُونَ مِنْ إِعَادَةِ بِنَائِهَا، وَيَكُونُ إِقْرَارُهُمْ عَلَيْهَا مَا كَانَتْ بَاقِيَةً عَلَى عِمَارَتِهَا، لِأَنَّ عُمَرَ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – شَرَطَ عَلَى نَصَارَى الشَّامِ أَنْ لَا يُجَدِّدُوا مَا خَرِبَ مِنْهَا.وَالْوَجْهُ الثَّانِي: يَجُوزُ لَهُمْ إِعَادَةُ بِنَائِهَا اسْتِصْحَابًا لِحُكْمِهَا، وَأَنَّ الْأَبْنِيَةَ لَا تَبْقَى عَلَى الْأَبَدِ، فَلَوْ مُنِعُوا مِنْ بِنَائِهَا بَطَلَتْ عَلَيْهِمْ.وَالصَّحِيحُ عِنْدِي مِنْ إِطْلَاقِ هَذَيْنِ الْوَجْهَيْنِ أَنْ يُنْظَرَ فِي خَرَابِهَا، فَإِنْ صَارَتْ دَارِسَةً مُسْتَطْرَفَةً كَالْمَوَاتِ مُنِعُوا مِنْ بِنَائِهَا، لِأَنَّهُ اسْتِئْنَافُ إِنْشَاءٍ، وَإِنْ كَانَتْ شَعِثَةً بَاقِيَةَ الْآثَارِ وَالْجُدْرَانِ جَازَ لَهُمْ بِنَاؤُهَا، وَلَوْ هَدَمُوهَا لِاسْتِئْنَافِهَا لَمْ يُمْنَعُوا، لِأَنَّ عِمَارَةَ الْمُسْتَهْدَمِ اسْتِصْلَاحٌ وَإِنْشَاءَ الدارس استئناف۔[32]

"اُن کی جن عبادت گاہوں کو باقی رکھا گیا اُن میں اگر کوئی گر جاتی ہے تو اس کو مرمت کرنے سے متعلق دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ ابو سعید اصطخری فرماتے ہیں کہ اہل ذمہ کو اُن کی تعمیر سے منع کیا جائے گا اور اُن کی عبادت گاہیں تب تک باقی رکھی جائیں گی جب تک اُن کی عمارت باقی رہے گی۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کے عیسائیوں کے لیے یہ شرط رکھی تھی کہ گرجانے والی عبادت گاہوں کو دوبارہ تعمیر نہیں کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اُن کو مرمت کرنے کی اجازت ہو گی استصحابِ حال کی وجہ سے اور عمارتیں ہمیشہ باقی نہیں رہتیں پس اگر انہیں اُن کی مرمت سے روکا گیا تو وہ اُن پر باطل ہو جائیں گی۔ میرے نزدیک اِن دونوں صورتوں کے اطلاق میں سے صحیح یہ ہے کہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے والی عمارت کو دیکھا جائے گا اگر اُس کے نشانات ایسے مٹ گئے ہیں جیسے وہ تھی ہی نہیں تو ایسی صورت میں دوبارہ بنانے سے روکا جائے گا کیونکہ یہ نئے سرے سے عبادت گاہ کی تعمیر ہے اور اگر اس کے نشانات اور اُس کی دیواریں باقی ہیں تو ایسی صورت میں انہیں اس کی مرمت کی اجازت ہو گی۔ اگر اہل ذمہ نے اپنی عبادت گاہ کو دوبارہ بنانے کے لیے خود گرادیا تو پھر انہیں تعمیر سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ گرائی گئی عمارت درست کرنے کے لیے ہے اور مٹے ہوئے نشانات والی عمارت کو بنانا نئے سرے سے بنانا ہے۔"

علامہ السبکی علیہ الرحمہ نے اس حوالے دو صورتیں بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وَكُلُّ مَوْضِعٍ أَقْرَرْنَاهُمْ عَلَى بِيعَةٍ أَوْ كَنِيسَةٍ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ فَإِنْ انْهَدَمَتْ أَوْ انْهَدَمَ شَيْءٌ مِنْهَا فَهَلْ لَهُمْ أَنْ يُجَدِّدُوا أَوْ يُصْلِحُوا ؟ فِيهِ وَجْهَانِ . قَالَ الْإِصْطَخْرِيُّ : لَيْسَ لَهُمْ ذَلِكَ لِمَا رَوَيْنَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ وَأَنْ لَا يُجَدِّدُوا مَا خَرِبَ مِنْهَا . وَالْوَجْهُ الْآخَرُ وَهُوَ الْمَذْهَبُ أَنَّ لَهُمْ ذَلِكَ لِأَنَّا قَدْ أَقْرَرْنَاهُمْ عَلَى التَّبْقِيَةِ وَلَوْ مَنَعْنَا الْعِمَارَةَ لَمَنَعْنَا التَّبْقِيَةَ ۔[33]

"ہر وہ جگہ جسے ہم دار الاسلام میں اُن کے گرجا گھر کے لیے باقی رکھیں، اگر اس کی عمارت گر جائے یا عمارت کا کچھ حصہ گر جائے تو کیا اُن کے لیے اُس کی تجدید یا درستگی کرنا جائز ہے؟ اس میں دو صوتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ ایسا کرنا اُن کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ اُن کی جو عمارت خراب ہو گی وہ اس کی تجدید نہیں کریں گے۔ دوسری صورت یہ ہے اور یہی مذہب ہے کہ اُن کے لیے ایسا کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اُن کو باقی رکھنے کا اقرار کیا ہے، اگر ہم تعمیر سے منع کرتے ہیں تو اس کی بقاء سے ہی منع کرتے ہیں۔"

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جس کو باقی رکھنا جائز ہے تو اس کو گرانا جائز نہیں ہو گا۔ اہل ذمہ کے لیے بوسیدہ ہونے والی عمارت کو درست کرنا جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بوسیدہ ہونے والی عمارت کی درستگی سے روکنا اس کو گرنے کی

طرف پہنچادیتا ہے، لہذا یہ گرانے کے قائم مقام ہے۔ اگر پوری عمارت گر جائے تو اس بنانا جائز نہیں ہو گا۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کچھ اصحاب کا یہی قول ہے اور امام احمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ساری گرنے والی عمارت کو دوبارہ بنانا جائز ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی علیہا الرحمہ کا قول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس عمارت کو بنانا ہے جو گر گئی ہے لہذا یہ بعض گرنے والی عمارت کو بنانے اور بوسیدہ عمارت کو صحیح کرنے کے مشابہ ہو گیا اور اس لیے بھی کہ اس کو باقی رکھنا جائز ہے اور اس کو مرمت کرنا اس کو باقی رکھنے کی طرح ہے۔ خلال نے امام احمد کے قول" لَهُمْ أَنْ يَبْنُوا مَا انْهَدَمَ مِنْهَا. أَيْ إِذَا انْهَدَمَ بَعْضُهَا، وَمَنْعَهُ مِنْ بِنَاءِ مَا انْهَدَمَ" کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ جب عمارت پوری گر جائے، اس نے دونوں روایتوں کو جمع کر دیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل جزیرہ نے حضرت عیاض بن غنم کو جو مکتوب لکھا تھا اس میں تھا کہ ہم اُن عبادت گاہوں کو دوبارہ نہیں بنائیں گے جن کی عمارت گر جائے گی۔ کثیر بن مرہ نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں کوئی گرجا گھر نہیں بنایا جائے گا اور نہ اس کی تجدید کی جائے گی جس کی عمارت گر جائے، اور اس لیے کہ یہ دار الاسلام میں گرجا گھر کو بنانا ہے لہذا یہ جائز نہیں ہے، جس طرح نئی عبادت گاہ بنانا جائز نہیں ہے اور اس نے بوسیدہ عمارت کو درست کرنے میں فرق کیا ہے کہ وہ باقی رکھنا اور قائم رکھنا ہے اور یہ نئی عبادت گاہ بنانا ہے۔[34]

امام محمد الشیبانی فرماتے ہیں:

وَإِن كَانَ لَهُم كَنِيسَة أَو بيعَة أَو بَيت نَار فصولحوا عَلَيْهِ فَكَانَ ذَلِك فِي غير مصر ترك ذَلِك لَهُم وَإِن انْهَدم ذَلِك تركُوا أَن يعيدوه وَأَن اتخذ الْمُسلمُونَ فِي ذَلِك الْموضع مصرا أخذُوا وهدمت بيعهم وكنائسهم من ذَلِك الْموضع وَتركُوا أَن يبنوا مثلهَا فِي غير الْمصر وَبِهَذَا القَوْل نَأْخُذ۔[35]

"اگر غیر مسلم ذمیوں کا کوئی کنیسہ یا بیعہ یا آتش کدہ پہلے سے موجودہ، پھر اسے (باقی رکھنے) پر صلح ہو جائے اور وہ شہر میں بھی نہ ہو تو اسے اُن کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ منہدم ہو جائے تو انہیں تعمیر کی اجازت ہو گی اور اگر مسلمان اس جگہ شہر آباد کر لیں تو اس جگہ سے ان کے کلیسے اور کنیسے گرادئے جائیں گے اور انہیں کسی اور جگہ شہر سے باہر اسی طرح کا کلیسا بنانے کی اجازت ہو گی اور اسی پر ہمارا فتویٰ ہے۔"

السیر الکبیر میں امام محمد علیہ الرحمہ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

فَإِنْ انْهَدَمَتْ كَنِيسَةٌ مِنْ كَنَائِسِهِمْ الْقَدِيمَةِ فَلَهُمْ أَنْ يَبْنُوهَا كَمَا كَانَتْ۔[36]

"اگر اُن کے قدیم گرجا گھروں میں سے کوئی گرجا گھر گر جائے تو اُن کے لیے پہلی طرز پر اس کو بنانا جائز ہے۔"

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام سرخسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

لِأَنَّ حَقَّهُمْ فِي هَذِهِ الْبُقْعَةِ قَدْ كَانَ مُقَرَّرًا لِمَا كَانُوا أَعَدُّوهُ لَهُ فَلَا يَتَغَيَّرُ ذَلِكَ بِانْهِدَامِ الْبِنَاءِ، فَإِذَا بَنَوْهُ كَمَا كَانَ فَالْبِنَاءُ الثَّانِي مِثْلُ الْأَوَّلِ۔[37]

"اس لیے کہ اس زمین میں اُن کا حق پختہ ہو چکا ہے کیونکہ انہوں نے اس کو اسی لیے تیار کیا تھا۔ لہذا عمارت کے گرنے سے اس میں

تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ جب وہ عمارت بنالیں گے تو دوسری عمارت کا حکم پہلی عمارت کی طرح ہی ہو گا۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صلح کے ذریعے مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والے شہروں کی دو صورتیں ہوں گی کہ صلح میں یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ ملک اہل ذمہ کے پاس ہو گا لیکن وہ جزیہ ادا کریں گے۔ اس سلسلے میں احناف اور حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ ایسے علاقوں میں اُن کی پرانی عبادت گاہوں کو محفوظ رکھا جائے اور انہیں نئی عبادت گاہیں بنانے کی بھی اجازت ہو گی جبکہ شوافع کا موقف یہ ہے کہ اُن کی قدیمی عبادت گاہوں کو تو محفوظ رکھا جائے گا لیکن نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کے سلسلے میں اُن کی آراء ہیں۔ ایک رائے کے مطابق یہ شہر اب اسلام کے حکم میں ہیں اس لیے یہاں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت نہیں ہو گی جبکہ دوسری رائے مطابق انہیں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی بھی اجازت ہو گی۔ اگر صلح کے معاہدہ میں طے پایا کہ زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہو گی اور وہ جزیہ ادا کریں گے تو ایسی صورت میں اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے اگر صلح میں پرانی عبادت گاہوں کی بقاء کی شرط رکھی گئی ہے تو انہیں باقی رکھا جائے گا، اگر صلح میں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی شرط رکھی گئی تو احناف، حنابلہ اور شوافع میں سے امام رافعی علیہ الرحمہ اور علامہ ابن قیم جوزیہ کے نزدیک انہیں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت ہو گی لیکن امام السبکی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں انہیں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اگر صلح کے معاہدہ میں قدیمی عبادت گاہوں کو برقرار رکھنے اور نئی عبادت گاہوں کی تعمیر سے متعلق کسی شرط کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ صلح کو مطلق رکھا جاتا ہے تو ایسی صورت میں احناف کے نزدیک انہیں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت تو نہیں ہو گی البتہ اُن کی قدیمی عبادت گاہوں کو محفوظ رکھا جائے گا ، حنابلہ کے نزدیک انہیں شروطِ عمریہ پر محمول کیا جائے گا، شوافع کی اس بارے میں دو آراء ہیں۔ ایک کے مطابق اُن کی پرانی عبادت گاہوں کو گرادیا جائے گا اور نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی بھی اجازت نہیں ہو گی اور دوسری رائے کے مطابق انہیں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت تو نہیں ہو گی البتہ ان کی پرانی عبادت گاہوں کو محفوظ رکھا جائے گا اور مالکیہ کا موقف یہ ہے کہ اُن کی پرانی عبادت گاہوں کو محفوظ رکھا جائے گا اور مسلم آبادی والے شہروں میں انہیں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت نہیں ہو گی البتہ ایسے شہروں میں انہیں نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی بھی اجازت ہو گی جہاں مسلمانوں کی آبادی نہ ہو۔

خلاصۂ بحث

شریعت اسلامیہ نے جس طرح اہلِ اسلام کے مختلف حقوق بیان کیے ہیں اور اسلامی حکومت پر لازم کیا ہے کہ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے بالکل اسی طرح غیر مسلموں کے مختلف حقوق بھی بیان کیے ہیں۔ اسلامی شریعت نے خصوصی طور پر ان غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کی اسلامی ریاست پر ذمہ داری عائد کی ہے جو اسلامی ریاست میں رہتے ہوں۔ حاکمِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو تحفظ فراہم کرے بلکہ اس کی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم اقلیتوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کو بھی یقینی بنائے۔ دینِ اسلام نے غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی فراہم کی ہے حتیٰ کہ ان کے مذہبی تہواروں میں کسی قسم کی دخل اندازی سے بھی منع کر دیا ہے نیز ان کی قدیم عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے سے بھی روکا ہے۔ البتہ اسلام نے اسلامی

ریاست کے ماتحت رہنے والے غیر مسلموں پر کچھ پابندیاں عائد کرر کھی ہیں جن کا خیال رکھنا ان کے لیے ضروری ہے۔ان پابندیوں کا خیال رکھتے ہوئے وہ اسلامی ریاست میں مکمل مذہبی آزادی کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ اور تعمیر و ترقی سے متعلق فقہاء کرام کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔زیر نظر مقالہ میں اُن اقوال کو دلائل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے نیز اس مقالہ کے ذریعے اسلام کے مثبت چہرے کو دنیا کے سامنے لایا گیا ہے کہ اسلام غیر مسلم اقلیتوں کو نہ صرف مکمل مذہبی آزادی فراہم کرتا ہے بلکہ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کو بھی یقینی بناتا ہے۔

حوالہ جات

---

1 ابن قیم جوزیہ،احکام اہل الذمۃ،ج:۳،ص:۱۱۷۳۔۱۱۷۴

2 الطرطوشی،ابو بکر محمد بن محمد بن الولید الفہری، سراج الملوک، من اوائل المطبوعات العربیۃ، مصر،۱۲۸۹ھ، ص:۱۳۸

3 السبکی، تقی الدین علی بن عبد الکافی، فتاوی السبکی فی فروع الفقہ الشافعی، دار المعرفۃ، بیروت، س ن، ج:۲، ص:۳۸۶۔۱۳۸۷

4 الماوردی، علی بن محمد شافعیؒ (۴۵۰ھ)،الحاوی الکبیر،(بیروت،دار الکتب العلمیۃ،۱۹۹۹)،۱۴:۳۲۱

5 ابن عابدین،۴:۲۰۳

6 السبکی،۲:۴۰۶

7 ابن تیمیہ، تقی الدین(۷۲۸ھ)، مسألۃ فی الکنائس،(الریاض، مکتبہ العبیکان،۱۴۲۶ھ)، ص:۱۰۲

8 ابن قیم جوزیہ،احکام اہل الذمۃ،ج:۳،ص:۱۱۸۱

9 ابن قیم جوزیہ،احکام اہل الذمۃ،ج:۳،ص:۱۱۶۱۔۱۱۶۲

10 النووی،یحیی بن شرف(۶۷۶ھ)،المجموع شرح المہذب،(بیروت،دار الکتب العلمیہ)،۲۴:۴۴۵

11 ابن عابدین، محمد امین بن عمر(۱۲۵۲ھ)،رد المحتار علی الدر المختار،(بیروت،دار الفکر،۱۹۹۲)،۴:۲۰۳

12 السبکی،۲:۴۱۱

13 ابن عابدین،۴:۲۰۳

14 السبکی،۲:۴۱۱

15 حوالہ بالا،۲:۴۱۲۔۴۱۵

16 عینی،۷:۲۵۵

17 جامع ترمذی میں "لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ فِي أَرْضٍ وَاحِدَةٍ وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ جِزْيَةٌ "الترمذی،الجامع، کتاب الزکوۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء لیس علی المسلمین جزیۃ، حدیث:۶۳۳ جبکہ سنن ابوداؤد میں" لَا تَكُونُ قِبْلَتَانِ فِي بَلَدٍ وَاحِدٍ "السجستانی،السنن، کتاب الخراج والامارۃ والفئ، باب فی اخراج الیہود من جزیرۃ العرب، حدیث:۳۰۳۲ کے الفاظ ہیں۔

18 ابن قیم الجوزیہ،احکام اہل الذمۃ،ج:۳،ص:۱۱۹۹

19 ابن قیم الجوزیہ، احکام اہل الذمۃ، ج:۳، ص:۱۱۹۹-۱۲۰۰

20 القیروانی، عبداللہ بن عبدالرحمن(۳۸۶ھ)،النَّوادر والزِّيادات على مَا في المدَوَّنة من غيرها من الأُمهاتِ،(بیروت، دار الغرب الاِسلامی،۱۹۹۹)، ۳:۳۷۶

21 القرافی، ۳:۴۵۸

22 ابن تیمیہ، ص:۱۰۲

23 ابن عابدین شامی، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز، ردالمختار علی الدرالمختار، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ج:۴، ص:۲۰۳

24 ابن قدامہ، المغنی، ج:۹، ص:۳۵۵

25 السبکی، فتاویٰ السبکی، ج:۲، ص:۴۱۳

26 عینی، البنایۃ شرح الہدایۃ، ج:۷، ص:۲۵۶

27 الماوردی، الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام الشافعی، ج:۱۴، ص:۳۲۲

28 العینی، بدرالدین محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین الحنفی، البنایۃ شرح الہدایۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ج:۷، ص:۲۵۶

29 ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن محمد، المغنی، مکتبۃ القاہرۃ، ۱۳۸۸ھ، ج:۹، ص:۳۵۵

30 السبکی، فتاویٰ السبکی، ج:۲، ص:۴۱۴

31 القیروانی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن النفزی، النوادر والزیادات علی مافی المدونۃ من غیرہا من الامہات، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۹م، ج:۳، ص:۳۷۶

32 الماوردی، الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام الشافعی، ج:۱۴، ص:۳۲۳

33 السبکی، فتاوی السبکی، ج:۲، ص:۴۱۵

34 ابن قدامہ، المغنی، ج:۹، ص:۳۵۵-۳۵۶

35 الشیبانی، امام محمد بن الحسن(۱۸۹ھ)، السیر الصغیر، (بیروت، الدار المتحدۃ للنشر، ۱۹۷۵)، ص:۲۶۵

36 السرخسی، محمد بن احمد بن ابو سہل شمس الائمۃ، شرح السیر الکبیر، الشرکۃ الشرقیۃ للاعلانات، ۱۹۷۱م، ج:۴، ص:۱۵۳۵

37 السرخسی، شرح السیر الکبیر، ج:۴، ص:۱۵۳۵

References

1. Abny keem jusiya ahkam ahal al zamat, V.3, P.1173-1174.
2. Al tatoshi abu bakar Muhammad bin Muhammad bin al waleed al fahari Siraj al malqut man awail al matbuat al arabiyat misar, 1289, P.138.
3. Al sahki taqi al den ali bin abid al kafi fatve al sahaki fi faroh al faqha al shafih dar al marafat, bairut V.2, P.1386-1387.
4. Al mawardi ali bin Muhammad shafih (450) al havi al Kabeer, (bairut dar al kutob al alimiyat 1999) 14:321.
5. Abny abadeen, 4:203.
6. Al sahki, 2:406.
7. Abny yatimeyah taqi (728) maslat fi la kanais (al riyaz, mutabah al abikan, 1426) P.102.
8. Abny keem jusiya ahkam ahal al zamat, V.3, P.1181.

9. Abny keem jusiya ahkam ahal al zamat, V.3, P.1161-1162.
10. Al nauvi yahya bin Sharaf (676) al majmuh sharah al mahzab (bairut dar al kutob al almiya), 24:445.
11. Abny abadeen Muhammad ameen bin Umar (1252) rada al mahtar ali al daral mughtar, (bairut dar al fiker, 1992), 4:203.
12. Al sahki, 2:411.
13. Abny abadeen, 4:203.
14. Al sahki, 2:411.
15. Hawala bala, 2: 412-415.
16. Aini, 7: 255.
17. Jama tarmize ma al tarmize al jama kitab al zakat ain rasul allah sala laho alai walai wasalam bab maja lais ali al mulimeen jaziyat hades: 633, jaziya tul arab hades: 3023 ka lafaz hain.
18. Abny keem jusiya ahkam ahal al zamat, V.3, P.1199.
19. Abny keem jusiya ahkam ahal al zamat, V.3, P.1999-1200.
20. Al kairwani Abdullah bin Abdulrahman (386), (bairut, dar al maghrib al islami 1999), 3: 736.
21. Al kurafi, 3: 458.
22. Abny yatimeyah, P.102.
23. Abny abadeen Shami Muhammad ameen bin Umar bin Abdul Aziz, rada al mahtar ali al daral mughtar, adarul fikar, bairut dar al fiker, 1412, 4:203.
24. Abny kadmah, al maghani, V.9, P.355.
25. Al sahki, fatviya al sahki, V.2, P.413.
26. Aini, al banaiyat sharah al hidayat, V.7, P.256.
27. Al mawardi al havi al Kabeer, fi fakiha mazhab al Amam al shafih, V.14, P.322. 14:321.
28. Al aini badar al den Mahmood bin Ahmad bin Musa bin Ahmad bin Hussain al hanfi al binayat sharah al hidayat dar al kutob al alimiya bairut, 1420, V.7 P.256.
29. Abny kadamah Abdullah bin Ahmad bin Muhammad al maghani mugtaba-u-kaheera, 1388, V.9, P.355.
30. Al sahki, fatviya al sahki, V.2, P.414.
31. Al karwani Abu Muhammad Abdullah bin Abdulrahman al manfazi al nawad rowal zeyadad ali mafi al madwanat man ghair haman al amhat dar al maghrib al islami bairut, 1999, V.3, P.376.
32. Al mawardi al havi al Kabeer, fi fakiha mazhab al Amam al shafih, V.14, P.323.
33. Al sahki, fatviya al sahki, V.2, P.415.
34. Abny kadmah, al maghani, V.9, P.355-356
35. Al shibani Amam Muhammad bin al Hassan (189) al seer al saghree (189) al seer al saghair, (bairut, al dar al muthadad tul nashar, 1975), P.265.
36. Al sarkhasi Muhammad bin Ahmad bin abu sahil shams al aimat sharah al seer al Kabeer al sharkat al sharkiyat al ahalanat, 1971, V.4, P.1535.
37. Al sarkhasi sharah al seer al Kabeer, V.4, P.1535.